صنعتوں، پیشوں سے متعلق بعض معاملات اور مسائل کی شرعی حیثیت

مفتی وزیر احمد

(قسط۔۳)

''سلائی'' اور ''عیدی''؟۔

عموماً درزیوں کی دکانوں پر ''ریٹ لسٹ'' آویزاں ہوتی ہے، جس نوعیت کے کپڑے سلوائے جائیں، اس کی سلائی لسٹ پر درج ہوتی ہے، ایک درزی سے مسلسل کپڑے سلوانے والوں کو ریٹ لسٹ دیکھنے کی حاجت نہیں پڑتی، اس کے برعکس کبھی لسٹ آویزاں ہونے کے باوجود ''درزی'' اسے غیر مؤثر قرار دیتا ہے کہ ''یہ لسٹ پرانی ہے اور اس پر مندرجات کے مطابق ہم اگر مزدوری لیں تو ہمیں کچھ نہیں بچتا'' یا پھر لسٹ سرے سے غائب، ہنر کے بل بوتے پر سلائی اپنی مرضی کی، کبھی دو درزیوں کے درمیان فقط ایک دیوار حائل ہونے کے باعث سلائی میں خاصہ تفاوت پایا جاتا ہے۔

حالانکہ اس کے برعکس ''ریٹ لسٹ'' معدوم ہو یا اس پر عمل نہ ہونے کی صورت میں مروج سلائی سے زاید مزدوری لینے والے صاحبان پر ضروری ہے کہ کپڑے لینے سے قبل ''سلائی'' طے کرلیں، کام سے قبل سلائی طے نہ کی تو معاملہ فاسد ہوگا، جسے رفع کرنا ضروری ہے، ورنہ متعاقدین گناہ گار ہونگے، باوجود اس کے کپڑوں کی سلائی انجام کو پہنچادی تو درزی اپنی مرضی کے سلائی طلب کرسکتا ہے نہ کپڑے سلوانے والا ایک خاص مقدار لینے پر درزی کو مجبور کرسکتا ہے بلکہ ایسے تناظر میں ''اجرت (سلائی) مثلی ہوگی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَنِ اسْتَاجَرَ اَجِیْرًا فَلْیُعْلِمْهُ اَجْرَهٗ''.

جو شخص کسی کو اجیر بنائے وہ اسے (پہلے) مزدوری بتادے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۹/۵، مکتبہ امدادیہ ملتان)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

''اِذَااِسْتَاجَرْتَ اَجِیْراًفَاَعْلِمْہُ اَجْرَہُ''.

''توجب کسی کومزدور بنائے تو اسے اس کی مزدوری اوراجرت بتادے''۔

(سنن نسائی: رقم الحدیث، ۳۸٦٦: دارالمعرفۃ بیروت لبنان)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

''اَنَّہٗ کَرِہَ اَنْ یَسْتَاجِرَالرَّجُلَ حَتّیٰ یُعْلِمَہٗ اَجْرَہٗ''.

'' انہیں یہ بات ناپسند تھی کہ وہ ایک انسان کواجیر بنائیں اوراسے اجرت نہ بتائیں۔(ایضاً)

حضرت ابن ابی سلیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔:

''سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ اسْتَاجَرَاَجِیْراًعَلیٰ طَعَامِہٖ قَالَ لَا حَتّیٰ تُعْلِمَہٗ''.

ان سے یہ بات دریافت کی گئی ''کہ ایک آدمی کی مزدوری اس کی خوراک طے پائی ہے تو آپ نے فرمایا: نہیں، حتی کہ اسے اجرت بتائی جائے''۔(ایضاً)

علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وَشَرْطُھَااَنْ تَکُوْنَ الْاُجْرَۃُ وَالْمَنْفَعَۃُ مَعْلُوْمَتَیْنِ لِاَنَّ جَھَالَتَھُمَاتُفْضِیْ اِلَی الْمُنَازَعَۃِ

اور(صحت)اجارہ کے لیے اجرت اورمنفعت کامعلوم ہوناشرط ہے، کیونکہ ان دونوں کی جہالت مفضی الی النزاع ہے۔

(بحرالرائق ۷/۵۰۷ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

,,وَلَاتَصِحُّ حَتّٰی تَکُوْنَ الْمَنَافِعُ مَعْلُوْمَۃً وَالأَجْرَۃُ مَعْلُوْمَۃً لِمَارَوَیْنَاوَلِأَنَّ الْجَھَالَۃَ فِی الْمَعْقُوْدِعَلَیْہِ وَبَدَلِہٖ تُفْضِیْ اِلَی الْمُنَازَعَۃِ کَجَھَالَۃِ الثَّمَنِ وَالْمُثَمَّنِ فِی الْبَیْعِ،،.

,,اجارہ صحیح نہیں ہوتاحتیٰ کہ منافع معلوم اوراجرت دونوں معلوم ہوں،اس حدیث کی وجہ سے جوہم نے روایت کی۔نیزاس لئے کہ معقودعلیہ(منفعت)اوراس کے بدل(اجرت اورسلائی) میں لاعلمی سے(فریقین کے درمیان)نزاع پیداہوگا۔جیسا کہ بیع میں مبیع اورثمن کامجہول ہونا،،۔

☆حسب اعدائك لك وتتمم حسادك يساوي قيمتك لانك اصبحت شيئا مذكورا لا تجهله مهما.☆

(ہدایہ:۲۹۶/۳: مکتبہ رحمانیہ لاہور)

چونکہ اجارہ بیع کی مثل یا اس کی قسم ہے تو جو حکم بیع فاسد کا ہے وہی اجارہ فاسد کا ہوگا اور بیع فاسد کے متعلق علامہ علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یَجِبُ عَلٰی کُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اَیْ مِنَ الْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِیْ فَسْخُهٗ قَبْلَ الْقَبْضِ اَوْ بَعْدَهٗ مَادَامَ فِیْ یَدِ الْمُشْتَرِیْ اِعْدَامًا لِلْفَسَادِ لِاَنَّهٗ مَعْصِیَةٌ فَیَجِبُ رَفْعُهَا بَحْرٌ وَاِذَا اَصَرَّ اَحَدُهُمَا عَلٰی اِمْسَاکِهٖ وَعَلِمَ بِهِ الْقَاضِیْ فَلَهٗ فَسْخُهٗ جَبْرًا عَلَیْهِمَا حَقًّا لِلشَّرْعِ .

بیع فاسد کو بائع ومشتری میں سے ہر ایک پر فسخ کرنا واجب ہے چاہے مبیع پر قبضہ سے پہلے ہو یا بعد، جب تک مبیع اپنے حال پر قائم ہے اور یہ فسخ فساد کو ختم کرنے کے لیے ہے۔ کیونکہ یہ معصیت ہے۔لہذا اس کا رفع واجب ہے، یہی وجہ ہے کہ اس میں قضاء قاضی کی شرط بھی نہیں اور اگر وہ اس بیع کے برقرار رکھنے پر اصرار کریں اور قاضی کو خبر ہو جائے تو وہ حق شرع کے لیے ان دونوں یعنی بائع ومشتری پر جبر کر کے فسخ کرا سکتا ہے۔(درمختار مع شامی ،۱۱۴/۴ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اجارہ فاسدہ میں بعد استیفائے منفعت اجرت مثلی واجب ہو جاتی ہے۔

علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَحُکْمُ الْاَوَّلِ وُجُوْبُ اَجْرِ الْمِثْلِ بِالْاِسْتِعْمَالِ.

اجرت فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ استعمال کرنے پر اجرت مثلی واجب ہے۔

(تنویر الابصار مع فتاوی شامی،۳۱/۵ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"أَیْ اَجْرُ شَخْصٍ مُمَاثِلٍ لَهٗ فِیْ ذٰلِکَ الْعَمَلِ".

"یعنی اتنی اجرت اس کو دی جائے گی جتنی اس جیسا آدمی ایسے کام پر لیتا ہے"۔

(فتاوی شامی،۳۱/۵؛ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

"عیدی"۔

عیدین سمیت خوشیوں کے مواقع پر اجیر (بعض درزی) مستاجروں سے طے شدہ اجرت یا عقد فاسد میں مستاجر کے استیفاء منفعت کے بعد اجرت مثلی سے زاید مزدوری طلب کرتے ہیں، ایسے

اضافے کو"عیدی ،مبارکی اورانعام" کانام دیتے ہیں اوراس کے استحقاق کی علت خوشی ٹھہراتے ہیں معمولی اورچھوٹی صنعتوں اورپیشوں کے حامل افراد بے زری اورروزینہ ناکافی ہونے کی بناپرکام کی تکمیل کے بعد"عیدی" کے نام پرسوال کرنے کے خوگرہوتے ہیں مگران سے بعض افراد مستثنیٰ بھی ہیں۔

عیدین اورشادی بیاہ کے مواقع پرہرہنرمنداورمزدور(موچی سے لے کرکے حلاق تک)"مبارکی اورعیدی" ضرور وصول کرتے ہیں ایسے ہی"ٹرکوں" سے بجری،پتھراوراینٹیں اتارنے والے مزدور"گاڑی" اورسامان کے دونوں مالکوں سے انعام وصول کرتے ہیں۔

مستاجرطوعاًوکرہاً!"عیدی ،مبارکی اورانعام" دے دیتاہے،کبھی اصل اجرت اورمزدوری تودیتاہے مگراضافی کچھ نہیں دیتااوربعض اجیراجرت سے زاید نہ ملنے کی صورت میں مصنوعات اورماجورہ اشیاء اپنے پاس روک لیناجائزسمجھتے ہیں۔

حالانکہ مزدوروں کے لئے طے شدہ اجرت سے زاید"عیدی ،مبارکی اورانعام" کے نام پرکچھ بھی طلب کرناصحیح نہیں ہے اورنہ ہی مستاجرپراجرت کے علاوہ رقم وغیرہ دیناواجب ہے۔کیونکہ مفت دینے والے پرجبرنہیں ہوتا۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"وَلَاجَبْرَعَلَى الْمُتَبَرِّعِ".

"یعنی نیکی کرنے(،مفت دینے)والے پرجبراورزبردستی نہیں ہے"،

(تنقیح الحامدیہ-۲/۳۳۳؛مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

کام کرانے والامالک مزدورکے حال پررحم کرتے ہوئے اوراسے حسن نیت سے کام کرتادیکھ کریاپابندیء اوقات کی بدولت "عیدی،مبارکی،انعام"یاکسی اورمدمیں اجرت سے مزیدنوازدےتووہ متبرع ہوگااور"مبارکی" وغیرہ نہ ملنے کی صورت میں اشیاء روکنے والے مزدوراس کے بعد امین نہیں ہونگے ،بلکہ غاصب ٹھہریں گے اورایسے واقعات رونماہونے کے بعداشیاء مصنوعہ،ماجورہ بلاتعدی بھی اگرتلف ہوجائیں توپھران پرتاوان ہوگا۔

عقداجارہ کے وقت"انعام" طے کرنے اوراستیفاء منافع کے بعد"انعام" دیناضروری ہے۔کیونکہ ایسے مقام پر"انعام" صلہ اورتبرع نہیں ہوتا،بلکہ منافع کاعوض ہوتاہے اورایک نوع اجارہ

ہی ہے جو مستاجر پر ادا کرنا ضروری ہے۔(بہر حال معنون مسئلہ! کثیر الجہات پہلو رکھتا ہے۔۔۔۔

سوٹ سے بچنے والا کپڑا کیا درزی پاس رکھ سکتا ہے؟۔

طویل القامۃ ،کوتاہ قد،نحیف اور فربہ! سب خریداروں کے لئے کلاتھ ہاؤسوں میں سوٹ بالعموم ایک سائز کے کٹے ہوئے ملتے ہیں ،دکانداروں نے ہر گاہک کے لئے بڑے عرض میں قدرے کمی وبیشی سے چار میٹر کپڑا گفٹ نما ڈبوں میں محفوظ کر کے رکھا ہوتا ہے ،کپڑا خریدنے والی کی قد چار فٹ ہو یا ساڑھے پانچ فٹ ،پیک شدہ مکمل کپڑا ہر ایک کو خریدنا پڑتا ہے ،خواہ اس کے سوٹ سے ایک/ڈیڑھ میٹر کپڑا اضافی کیوں نہ بچ جائے ،لامحالہ ایک پیمائش کے سوٹ خریدنے والے دو آدمیوں کی قد میں ڈیڑھ فٹ کا جب تفاوت ہوگا تو واضح ہے کوتاہ قد کے سوٹ سے ایک میٹر کے لگ بھگ کپڑا ضرور بچ جائے گا۔

غرضیکہ کپڑا کم بچے یا زاید مالک کی ملک میں اسی طرح رہتا ہے جیسا کے پہلے تھا،درزی کے ہاں بطریق امانت ہوتا ہے ،سوٹ کی سلائی مکمل کرنے کے بعد بچ جانے والے کپڑے کا مالک درزی نہیں ہو سکتا ماسوا اس کے کہ مالک اسے دے دے۔

درزی نے کپڑا سینے کی سلائی اور اجرت جب لے لی ہے تو سوٹ سے اضافی بچنے والا ایک/ آدھ میٹر کپڑا کس چیز کے عوض اپنے پاس رکھ رہا ہے ،واضح ہے بلا عوض ،مالک جامہ کی اجازت کے بغیر ناحق طریقہ سے رکھتا ہے ،جو درزی بچ جانے والا کپڑا اور کترنیں پاس رکھ لیتے ہیں وہ اپنے تئیں اس کے جواز کا یہ حیلہ اختراع کرتے ہیں کہ ’’اس طرح کی ’’تریزیں ،کترنیں اور ایک/آدھ گز کے ٹکڑے‘‘ مالک کے کام کے نہیں‘‘۔

حالانکہ ناحق اور باطل طریقے سے مسلمان کا مال کھانا حرام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴿النساء:۲۹﴾

’’اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ‘‘۔

’’اضافی بچنے والا کپڑا بھی مال ہے کیونکہ فقہاء کرام نے مال کی جو تعریف کی ہے اس کا ان

ٹکڑوں پر اطلاق آتا ہے''۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ مال کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اَلْمَالُ مَایَمِیْلُ اِلَیْہِ الطَّبْعُ وَیُمْکِنُ اِدِّخَارُہٗ لِوَقْتِ الْحَاجَۃِ وَالْمَالِیَّۃُ یَثْبُتُ بِتَمَوُّلِ النَّاسِ کَافَّۃً اَوْبَعْضِھِمْ ...وَیَجْرِیْ فِیْہِ الْبَذْلُ وَالْمَنْعُ.

''طبیعت جس کی طرف مائل ہو،اور بوقت ضرورت استعمال کرنے کے لئے جسے جمع کرنا ممکن ہووہ مال ہے۔اورتمام یا بعض لوگوں کے نزدیک (کسی شی ء کے استعمال اور) تمول سے مالیت ہے،نیز جس میں خرچ اور منع ہوسکے وہ مال ہے۔

(فتاویٰ شامی؛۴/۳،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

''علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے مال کی جوتعریف کی ہے وہ کترنوں اورایک/آدھ میٹر بچنے والے کپڑے پرصادق آتی ہے۔کیونکہ تریزوں اوراضافی بچنے والوں ٹکڑوں کودرزی ردی ٹوکری میں ڈالتاہے نہ سوٹ کامالک لینے سے انکارکرتاہے۔ بلکہ ہردوحضرات ایسی دھجیوں کوپسندکرتے ہیں۔درزی امانت داری سے تمام ٹکڑے سوٹ کے ساتھ مالک کو اگرسپرد کردے تو مالک ایسے ٹکڑوں کومتعدد مصارف میں لاتاہے۔مثلاً چھوٹے بچے کا سوٹ،اپنی ٹوپی،ہاتھ یا سر کا رومال،دسترخوان اورمختلف النوع گھریلواستعمال کی اشیاء ڈھانپنے اور لپیٹنے کے کام میں لاتا ہے''۔

اضافی کپڑا اپنے پاس رکھنے والے خیاط سے متعلق وعیدات ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک درزی کوفرمایا تجھے تیری ماں روئے:

''صَلِّبِ الْخَیْطَ وَدَقِّقِ الدُّرُوْزَ،وَقَارِبِ الْغُرُوْزَ،فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ یَحْشُرُاللّٰہُ الْخَیَّاطَ الْخَائِنَ وَعَلَیْہِ قَمِیْصٌ وَرِدَاءٌ مِّمَّاخَاطَ وَخَانَ فِیْہِ. 'وَاحْذِرِالسُّقَاطَاتِ.فَاِنَّ صَاحِبَ الثَّوْبِ اَحَقُّ بِھَا وَلَاتَتَّخِذْبِھَاالْاَیَادِیَ وَتَطْلُبِ الْمُکَافَاۃَ''.

''دھاگا مضبوط لگا،سیون باریک کراورٹانکے قریب لگا(یعنی شلنگے نہ مار) بیشک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا''خیانتی درزی کااللہ تعالیٰ یوں حشرکرے گا کہ جس قمیص اورچادرکی اس نے سلائی کی اوراس میں خیانت کی (قیامت کے دن)وہ اس پرہوگی ،ساقط شدہ(کترنوں) سے بچ کررہے۔کیونکہ کپڑوں کامالک ان(دھجیوں) کازیادہ حق دارہےاوران کی

بدولت (کسی پر) احسان لگا کر بدلہ طلب نہ کر۔ (المستطرف:۳۲۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ حسن بن منصوراوز جندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"رَجُلٌ دَفَعَ اِلٰی خَیَّاطٍ کِرْبَاسًا فَخَاطَهُ قَمِیْصًا وَبَقٰی قِطْعَةٌ مِّنَ الْکِرْبَاسِ فَسُرِقَ قَالُوْا ضَمِنَ"۔

''ایک آدمی نے جامہ دوز کو کپڑا دیا، جس کی اس نے قمیص بنائی اور (اس کپڑا سے ایک) ٹکڑا بچ گیا، جو چوری ہو گیا (اور حفاظت میں درزی نے بے احتیاطی کی) تو ائمہ نے فرمایا کہ درزی اس کا تاوان دے گا''۔

(فتاویٰ قاضی خان معہ ہندیہ:۲/۳۴۱، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان)

''سیاق کلام سے نیم روز کی طرح یہ بات واضح ہوگئی کہ درزی کی دکان سے چوری ہونے والی ''تریزوں'' کی جب اس پر چٹی ہے، تو وہ ان ٹکڑوں کا مالک نہیں، کیونکہ مالک کی مملوکہ اشیاء اگر چوری ہو جائیں تو کوئی کو دن بھی اس پر تاوان ادا کرنے کا حکم عائد نہیں کرتا''۔

جو درزی بلا جواز کپڑا اپنے پاس رکھ کر ذاتی ضروریات میں جہاں استعمال کرتے ہیں وہاں ''رومال، ٹوپی'' اور کم سن بچوں کے سوٹ تیار کر کے بیچنا یا گفٹ کی صورت میں اپنے پیاروں کے بچوں کی نذر بھی کرتے ہیں، چنانچہ امام احمد رضا رحمہ اللہ ایسے تناظر میں درزیوں سے اس طرح کی اشیاء خریدنے سے متعلق لکھتے ہیں ''حرام اور معصیت ہے''۔ مزید مکمل ''استفتاء اور جواب'' ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔

استفتاء: خیاط لوگ اُن کپڑوں میں سے جو اُن کے پاس بغرض سلائی لے جاتے ہیں کچھ تھوڑا کپڑا بمقدار ایک ''کلاہ'' کے بچالیتے ہیں اور اس کپڑا کی ''کلاہ'' وغیرہ بنا کر بدست کلاہ فروش بہ نسبت شرح قیمت دوسری ''ٹوپیوں'' کے کم قیمت پر فروخت کر لیتے ہیں کوئی شخص بازار کے تمام ''کلاہ فروشوں'' میں سے سوائے ایک شخص کے انکار اُن خیاطوں کی ٹوپیاں وغیرہ خریدنے اور ان کے منافع سے مستفیض ہونے سے نہیں کرتا اور محترز کی سعی سے اصلاح حال خیاط لوگوں کی اور خرید کرنے والے کلاہ فروشاں کی غیر ممکن ہے، کیا ارشاد فرماتے ہیں علماء دین کہ محترز اگر ایسے پارچہ کی ٹوپیاں وغیرہ خیاط لوگوں سے خرید کرلے تو محترز باعث معصیت ہوگا یا نہیں؟۔

الجواب: ضرور معصیت وحرام ہے، اور یہ خیال کہ ان کے پاس چھوڑے تو یہ بند نہیں ہوتا محض

بے معنی ہے،اس کا حساب اس پر اور اُن کا حساب اُن پر۔ (فتاویٰ رضویہ ؛۲۳/ ۵۶۷ ،رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

علیٰ ہذا القیاس جامہ مالک نے بٹن،بکرم،چیپی اور دھاگا اگر بازار سے خرید کر خود دیا تو ان اشیاء سے اضافی بچنے والی کوئی چیز درزی اپنے پاس اس وجہ سے نہیں رکھ سکتا کہ یہ اب مالک کے کام اور مقصد کی نہیں۔

مسلمان درزی کیا یہودیوں کے کپڑے سی سکتا ہے؟۔

جن ممالک میں یہودیوں اور انگریزوں کی تعداد کثیر ہے ان میں مسلمانوں کو جہاں اور مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہاں ہنرمند اور صنعتکار مسلمانوں کو غیر مسلموں کے بوجوہ کام بھی کرنے پڑتے ہیں ۔مثلاً معمار کو معبد النصاریٰ کی تعمیر،مکینک کو ان کی شکستہ اور خراب اشیاء ٹھیک کرنی پڑتی ہیں اور کبھی درزی کو کپڑے سینے کے علاوہ اور کوئی روزگار حیات نہیں ملتا،علاوہ ازیں اسلامی ممالک میں ذمیوں کے جو کام مسلمانوں کے سپرد کئے جاتے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ ”مسلمان درزی کے پاس ہندو،انگریز،سکھ اور یہودی لباس تیار کرانے کے لئے آتے ہیں“۔

دارالاسلام ،دارالحرب اور دارالکفر میں مسلمان کو غیر مسلم کا اجیر بننا جائز ہے لیکن شرط یہ ہے”ان کی ذاتی خدمت کے علاوہ کوئی اور کام ہو“۔کیونکہ اس میں مسلمان کی تذلیل ہے،علاوہ ازیں اور محظور شرعی بھی کوئی نہ ہو۔

علامہ حسن بن منصور اوزجندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”مُسلِمٌ اٰجرَ نَفْسَهٗ مِنْ نَصْرَانِيٍّ اِنِ اسْتَاجَرَهٗ لِعَمَلٍ غَيْرِ الْخِدْمَةِ جَازَ وَاِنْ اٰجرَ نَفْسَهٗ لِلْخِدْمَةِ قَالَ الشَّيْخُ الامام ابوبكر محمد بن الفضل لَايَجُوْزُ وَذَكَرَ القدوری رحمه الله تعالى اَنَّهٗ يَجُوْزُ وَتَكْرَهُ لَهٗ خِدْمَةُ الْكَافِرِ“.

”یعنی مسلمان کو عیسائی کی ذاتی خدمت کے علاوہ اس کا اجیر (مشترک اور خاص) بننا جائز ہے ۔اور عیسائی کی ذاتی خدمت کے لئے (مسلمان کو اس کی ملازمت کرنا؟) اس بابت امام شیخ ابوبکر محمد بن فضل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جائز نہیں ،امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جائز ہے،مگر کافر کی خدمت مکروہ ہے۔(فتاویٰ قاضی خان معہ ہندیہ؛۲/ ۳۲۴،داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان)

امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ ''نوکری سے متعلق ایک جامع حکم لکھتے ہیں۔

''جس نوکری میں خلافِ ''مَاأَنْزَلَ اللّٰہ'' حکم (کے) کرنا پڑتا ہو ہرگز جائز نہیں، اگرچہ سلطنت اسلام کی ہو، ائمہ دین نے تیسری صدی کے آخر میں اپنے زمانہ کے سلاطین اسلام کی نسبت فرمایا:

''مَنْ قَالَ لِسُلْطَانِ زَمَانِنَا عَادِلٌ فَقَدْ كَفَرَ''.

''جس نے ہمارے زمانہ کے حاکم کو عادل کہا وہ کافر ہے''۔ ان قضاۃ کی نسبت قرآن میں تین الفاظ ارشاد ہوئے۔

''ظَالِمُوْنَ، فَاسِقُوْنَ، كَافِرُوْنَ. جب قاضیان اسلام سلطنت کی نسبت یہ احکام ہیں ۔۔۔

(فتاویٰ رضویہ:۱۹/۵۳۹، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ لاہور)

غلط کاری کی مرتکبات کا لباس سینا؟۔

بعض جامہ دوز! زنان تن فروشاں کے ملبوسات تیار کرنے کی بڑی مہارت رکھتے ہیں اور جس بھلے مانس درزی کے پاس کسی انٹرنیشنل طائفہ کے ملبوسات تیار کرنے کے آرڈر آنے شروع ہو جائیں تو وہ اپنے آپ کو ''گھی کے کپے پاس جالگنا'' سمجھتا ہے، بعض خیاطوں کی نگاہیں مغربی چائنلز کی اسکرینوں پر فقط اس لئے جمی ہوئی ہوتی ہے کہ جب بھی کوئی زن حیاباختہ! رنگ برنگے چیتھڑوں میں نئی طرز کی برہنگی سے ناظرین کو سامان تسکین بہم پہنچا رہی ہو، تو وہ اس کے نمائشی لباس کی بناوٹ کو اپنی نظروں میں سکین کر لیتے ہیں۔ تاکہ بوقت ضرورت ایسے لباس کی نقل اتار کر ''ارض پاک'' میں رہنے والی مغرب زدہ خاتونیں ہم سے مایوس ہوں، نہ ہم ان سے۔

حالانکہ رنڈیوں کے ملبوسات تیار کرنے کے متعدد مفاسد ہیں۔

۱۔ فاحشات سے خلوۃ نشینی۔

۲۔ بلاواسطہ پیمائش لیتے ہوئے ان کے جسم کو چھونا۔

۳۔ ایسی خواتین کی آمد و رفت ٹیلر کے لئے محل تہمت۔

۴۔ کپڑوں کی سلائی ایسے پیسہ سے اگر ادا کریں جو انہیں بدکاری اور اجنبیوں سے میل ملاپ کے عوض ملا ہے تو وہ درزی کے لئے حلال نہیں۔

چنانچہ فقیہ ہندی امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا ایسے معاملہ پر ایک فتویٰ مع استفتا ملاحظہ کی جئے۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ "درزی اگر رنڈی کا کپڑا سیئے تو درزی کو اس کپڑے کی مزدوری لینا چاہئے یا نہیں"؟۔

الجواب: وہ روپیہ جو رنڈی کو زنا یا اجرت، میل کی رشوت میں ملا ہے اس سے اجرت لینا حلال نہیں۔ ہاں! اور قسم کا روپیہ ہو تو جائز جو شرعا رنڈی کی ملک ہو، اور اگر اس کے پاس دونوں قسم کے مال ہیں تو جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ اجرت جو اسے دے رہی ہے اسی مال غیر مملوک سے ہے لینا جائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ،۲۳/۵۲۶: رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ لاہور)

جس درزی کو کپڑا دیا اس نے کسی اور درزی سے سلوا دیا؟۔

سوٹ تیار کرنے کا آرڈر لینے والا ٹیلر متعدد وجوہ کی بنا پر کبھی دوسرے درزی سے کام کروا کر دیتا ہے۔

۱۔ کپڑا خود کاٹا، مگر سلائی شاگردوں سے کرائی۔

۲۔ رش کے مواقع پر اگر خود سلائی کرتا ہے تو تمام گاہکوں کو ٹائم پر "سوٹ" تیار کر کے نہیں دے سکتا، اس لئے دوسرے کاریگر سے کام کروالیا۔

۳۔ محض لالچ کی بنا پر کم سلائی لینے والے درزی سے اس لئے کپڑے سلوا کر دئے تا کہ سوٹ کے مالک سے سلائی فل لے اور اُسے کم دے تا کہ مفت کچھ اسے مل جائے۔

۴۔ چند درزی مشترکہ طور کام کرتے ہیں۔

حالانکہ سوٹ سلوانے والے آدمی نے درزی سے اگر یوں کہا کہ "سوٹ تو خود تیار کر" یا کہا "اپنے ہاتھ سے سینا" تو پھر اس درزی پر لازم ہے کہ خود سیئے دوسرے درزی یا اپنے شاگردوں سے نہ سلوائے خواہ وہ لوگ ہنر کے اعتبار سے اس سے زیادہ لائق ہوں، البتہ مستاجر اگر یہ قیود نہ لگائے، مطلقاً سینے کا کہے تو پھر کپڑا لینے والا درزی کسی اور سے سلوا سکتا ہے۔

علامہ علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(وَاِنْ اَطْلَقَ کَانَ لَہٗ) اَیْ لِلْاَجِیْرِ اَنْ یَسْتَاجِرَ غَیْرَہٗ.

"مستاجر نے کاریگر کو مطلقا کام کہا تو اس کے لئے جواز ہے کہ وہ اپنے علاوہ کسی اور سے

کام کرادے"۔

(درمختار مع فتاویٰ شامی، ۱۳/۵؛ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(وَاِنْ اَطْلَقَ) بِاَن لَّمْ يُقَيِّدْهُ بِيَدِهِ وَقَالَ "خِطْ هَذَا الثَّوْبَ لِيْ" ...لِاَنَّهُ بِالاِطْلَاقِ رَضِيَ بِوُجُوْدِ عَمَلِ غَيْرِهِ.

"مستاجر نے کاریگر کومطلقا کام کہا بایں طریق کہ کاریگر کے ہاتھ سے کرنے سے مقید نہ کیا اور کہا "میرے لئے یہ کپڑا سی ... کیونکہ اطلاق سے عملِ غیر پر اس کی رضامندی ہے"۔ (فتاویٰ شامی، ۱۳/۵؛ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وَالْمُرَادُمِنْ اِشْتِرَاطِ الْعَمَلِ بِنَفْسِهِ اَنْ يَّقُوْلَ لَهُ اِعْمَلْ بِنَفْسِكَ اَوْبِيَدِكَ وَلَاتَفْعَلُ بِيَدِغَيْرِكَ كَمَافِيْ الْخُلَاصَةِ اَمَّااِذَاقَالَ عَلٰى اَنْ تَعْمَلَ فَهُوَمِنْ قَبِيْلِ مَااِذَااَطْلَقَ".

"اشتراط العمل بنفسه" سے مراد یہ ہے کہ مستاجر کاریگر کو یوں کہے "تو خود کام کریا تو اپنے ہاتھ سے یہ کام انجام دے اور بجز تیرے کوئی اور (یہ کام) نہ کرے" جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔ بہرحال (مستاجر اجیر کو) جب اس طرح کہے "تو کام کردے" تو ایسا کہنا ازقبیل اطلاق ہوگا۔ (بحرالرائق؛ ۵۱۶/۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(یعنی مستاجر اجیر کو فقط اتنا کہے کہ تو کام کردے تو پھر وہ اس امر کا پابند نہیں ہوگا کہ وہ کام خود کرے۔ بلکہ کسی اور مزدور، کاریگر سے کروا کردے سکتا ہے)

علامہ برہان الدین مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وَاِذَاشَرَطَ عَلَى الصَّانِعِ اَن يَّعْمَلَ بِنَفْسِهِ فَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَّسْتَعْمَلَ غَيْرَهُ لِاَنَّ الْمَعْقُوْدَعَلَيْهِ اِتِّصَالُ الْعَمَلِ فِيْ مَحَلٍّ بِعَيْنِهِ فَيَسْتَحِقُّ عَيْنَهُ كَالْمَنْفَعَةِ فِيْ مَحَلٍّ بِعَيْنِهِ وَاِنْ اَطْلَقَ لَهُ الْعَمَلَ فَلَهُ اَن يَّسْتَاجِرَمَنْ يَّعْمَلُ لِاَنَّ الْمُسْتَحِقَّ عَمَلٌ فِيْ ذِمَّتِهِ وَيُمْكِنُ اِيْفَاءُهُ بِنَفْسِهِ وَبِالْاِسْتِعَانَةِ بِغَيْرِهِ".

"مستاجر نے اگر یہ شرط لگائی کی کاریگر کام خود کرے گا، (تو اب) اسے یہ حق نہیں ہے کہ

کسی دوسرے سے کرائے (بلکہ وہ خود کرے) کیونکہ معقود علیہ کام کا خاص محل سے متصل ہونا ہے تو وہ اسی کا مستحق ہے جیسا کہ خاص محل میں منفعت، متاجر نے کام اگر مطلق رکھا تو پھر متاجر کام کرنے والا آدمی رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ اسکے ذمہ کام کرنا ہے اور یہ ممکن ہے کہ وہ خود کرے یا دوسرے سے مدد لے۔

(ہدایہ،۳/۲۹۹؛ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ علاء الدین کاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وَلِلْاَجِیْرِاَن یَّعْمَلَ بِنَفْسِہٖ وَاُجَرَائِہٖ اِذَالَمْ یُشْتَرَطْ عَلَیْہِ فِی الْعَقْدِاَنْ یَّعْمَلَ بِیَدِہٖ لِاَ نَّ الْعَقْدَوَقَعَ عَلَی الْعَمَلِ وَالْاِنْسَانُ قَدْیَعْمَلُ بِنَفْسِہٖ وَقَدْیَعْمَلُ بِغَیْرِہٖ وَلِاَنَّ عَمَلَ اُجَرَائِہٖ یَقَعُ لَہٗ فَیَصِیْرُ کَاَنَّہٗ عَمِلَ بِنَفْسِہٖ اِلَّااِذَاشَرَطَ عَلَیْہِ عَمِلَہٗ بِنَفْسِہٖ لِاَنَّ الْعَقْدَوَقَعَ عَلٰی عَمَلٍ مِنْ شَخْصٍ مُعَیَّنٍ وَالتَّعْیِیْنُ مُفِیْدٌ،لِاَنَّ الْعُمَّالَ مُتَفَاوِتُوْنَ فِی الْعَمَلِ فَیَتَعَیَّنُ فَلَایَجُوْزُتَسْلِیْمُھَامِنْ شَخْصٍ آخَرَمِنْ غَیْرِرِضَاءِ الْمُسْتَاجِرِ"...

''عقد اجارہ میں (متعاقدین کے مابین) یہ شرط اگر نہیں لگائی گئی کہ اجیر کام خود کرے گا، تو پھر اس کے لئے جواز ہے کہ کام خود کرے یا کسی اور مزدور (کاریگر) سے کرائے۔ کیونکہ ''عقد'' کام پر واقع ہوا ہے اور انسان کبھی بنفس نفیس کام کرتا ہے اور بعض وقت کام دوسرے سے کراتا ہے،اس لئے کہ اس کے اجیروں کا عمل اسی کے لئے واقع ہوگا،گویا کہ اس نے کام خود کیا۔ ماسواء اس کے یہ شرط طے کی گئی کہ ''کام'' وہ خود کرے گا(تو پھر دوسرے کاریگر سے کام کروا کر دینا جائز نہیں ہوگا) کیونکہ ''عقد'' ایک معین آدمی کے عمل پر واقع ہوا ہے اور (کام کرنے میں کسی شخص کو) معین کرنا بے سود نہیں۔ کیونکہ تمام ہنر مند (،مزدور، کاریگری) عمل میں یکساں نہیں لہذا وہ متعین ہوگا اور متاجر کی رضا کے بغیر کسی دوسرے آدمی کو کام سپرد کرنا جائز نہیں۔

(بدائع الصنائع،۴/۶۹،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)